حمایت میں عراق پر جنگ مسلط کرنے اور اسے پسپا کرنے کا کریڈٹ لینے کے باوجود جارج بُش امریکہ کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال سے پریشان ہیں۔ ان کی پریشانی کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی مقبولیت کا گراف دن بہ دن گر رہا ہے اور آئندہ انتخابات سے پیشتر ہی ان کے خلاف مظاہرے بھی شروع ہو چکے ہیں۔ وہ جاپان مذاکرات کے دوران دل کا دورہ پڑنے کے باوجود کچھ اقتصادی سہولتیں حاصل کر سکے لیکن یہ کوئی بہت بڑی کامیابی نہیں۔ جارج بش اپنی گرتی ہوئی مقبولیت کے پیشِ نظر لیبیا پر حملہ کے لیے ایسی ہی منصوبہ بندی کرے گا جیسی اس نے عراق کے خلاف کی تھی۔ گورباچوف نے تخفیفِ اسلحہ اور ایٹمی عدم پھیلاؤ کے لیے جو معاہدہ امریکہ سے کیا تھا، اس پر عمل درآمد کے باوجود اس کی آزاد ریاستوں کے پاس اب بھی میزائل اور ایٹمی اسلحہ بھاری مقدار میں موجود ہے جس پر یلسن کو مکمل کنٹرول حاصل نہیں ہے۔

کسی قسم کے متوقع خطرات سے بچنے کے لیے امریکہ کو نئے سرے سے کوششوں اور نئے پائیدار معاہدوں کی ضرورت ہوگی۔ سوویت یونین کا خلاپُر کرنے کے لیے چین نے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اس مقصد کے لیے اس نے انڈونیشیا، سنگاپور اور سعودی عرب کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کر لیے ہیں اور اس سال کے آخر تک جنوبی افریقہ کے ساتھ بھی تعلقات قائم کر لے گا۔ چین کی جنوبی کوریا کے ساتھ تجارت روز بروز بڑھ رہی ہے اور یورپ کے ساتھ تعلقات معمول پر آ گئے ہیں۔ چین پاکستان اور شام کو ایٹمی میزائل فروخت کرنے کے سلسلے میں امریکی دھمکیوں کو بھی خاطر میں نہیں لایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ چین نے امریکہ کے مدّمقابل نئی عالمی طاقت بن کر ابھرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ادھر عراق کے صدر صدّام حسین ایک جنگی طاقت بننے کے لیے سرگرم عمل ہوگئے ہیں۔ اپنے اس عزم کے حق میں انہوں نے کہا۔ "ایک مضبوط ملک کو مضبوط فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔" بغداد میں مواصلاتی مرکز کا افتتاح کر کے اس بات کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ غالباً امریکہ بھی اس سے بے خبر نہیں۔ شاید اس لیے اس نے تیسری دُنیا کے ممالک کی امداد سے ہاتھ کھینچ کر نئی صورتِ حال کے لیے غور و خوص اور عمل شروع کر دیا ہے۔ پاکستان چین دوستی سے بخوبی آگاہی کی وجہ سے امریکہ نے بھارت سے نیا جنگی معاہدہ کر لیا ہے اور بھارت اسرائیل سفارتی تعلقات بھی شاید امریکہ بھارت تعلقات کی ہی ایک کڑی ہیں۔ ان تعلقات کی روشنی میں پریسلر ترمیم کے ذریعے پاکستان کو امریکی امداد روک دی گئی ہے۔ یوں پاکستان بیرونی سازش کا شکار ہو کر رہ گیا ہے...."

طریق انتخاب کا مسئلہ

[عالم اسلام اور عیسائیت کے شمارہ بابت دسمبر ۱۹۹۱ء میں جوشوا فضل الدین اور بعض دوسرے رہنماؤں کے حوالے سے طریقِ انتخاب کے مسئلے پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ طریقِ انتخاب کے مسئلے پر ذیل میں دو مسیحی رہنماؤں --- بشپ الیگزینڈر جان ملک اور لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈبلیو۔ ہربرٹ

کے خیالات پیش کیے جاتے ہیں۔ بشپ الیگزینڈر جان ملک معروف مذہبی رہنما ہیں اور جناب لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈبلیو۔ ہربرٹ سابق اقلیتی رکن قومی اسمبلی و وفاقی پارلیمانی سیکرٹری برائے دفاع ہیں۔]

بشپ الیگزینڈر جان ملک

"یہ [طریق انتخاب] ایک ایسا معاملہ ہے جس پر ہماری قوم منقسم ہے۔ کچھ لوگ اس کے حق میں اور کچھ اس کے مخالف ہیں۔ جہاں تک نمائندوں کی بات ہے جو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں وہ تو اس لیے جداگانہ طرزِ انتخاب کی حمایت کرتے ہیں کیوں کہ اس کے بغیر وہ اسمبلی میں آ ہی نہیں سکتے۔ لیکن ہم مشترکہ یا ایک ہی طریقِ انتخاب کی حمایت کرتے ہیں کیوں کہ ہم خود کو اور مسلمانوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے۔ ہم ایک ہی قوم ہیں، ہمارے بیلٹ بکس علیحدہ نہیں ہونے چاہییں۔ انہوں نے اب اس قوم کو امتوں میں تقسیم کر دیا ہے جو کہ قومی وحدت کے لیے نقصان دہ بات ہے۔ تقسیم سے پہلے مسلمانوں نے جداگانہ طرز انتخاب مانگا تھا کیوں کہ انہیں تو پاکستان قائم کرنا تھا لیکن ہمیں تو اور کوئی پاکستان نہیں بنانا۔ ہمیں تو اسی پاکستان میں رہنا ہے۔ ہمارے نزدیک جداگانہ طرزِ انتخاب پسندیدہ نہیں ہے۔ لیکن دوسری جانب یہ بھی تو بات ہے کہ مشترکہ طریقِ انتخاب میں ہمارا امیدوار چاہے کتنا ہی اچھا اور قابل کیوں نہ ہو، وہ آگے نہیں آ سکتا اور اس کے مقابلے میں کوئی بھی ان پڑھ شخص کامیاب ہو جائے گا۔"

مزید وضاحت کرتے ہوئے جناب ملک نے کہا کہ

"جنرل ضیاء الحق نے جداگانہ طرزِ انتخاب ایک مخصوص اسلامی نقطۂ نظر رکھنے والے طبقے کے کہنے پر متعارف کروایا تھا، جس کا خیال ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، لہذا یہاں پر غیر مسلموں کو کاروبار حکومت سے باہر رکھا جانا چاہیے۔ ہم اسے بنیادی طور پر غلط کہتے ہیں کیونکہ شہریت مذہبی بنیادوں پر نہیں ہوتی کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آج سارے مسلمان پاکستانی ہوتے۔ شہریت جغرافیائی [حقیقت] اور آئین کو ماننے کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اس لیے ہم سب برابر کے شہری ہیں اور اگر پاکستان غلط راستے پر چل رہا ہے تو میرا بھی یہ حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں میری ایک تجویز ہے کہ ہمیں عام انتخاب میں بھی ووٹ کا حق حاصل ہو اور جب کوئی عیسائی امیدوار آئے تو اس وقت بھی ہمیں یہ حق حاصل ہو کہ ہم اسے منتخب کر سکیں اور اس امیدوار کو بھی مسلمان اور عیسائی اکٹھے ہی ووٹ دیں تاکہ ہمارے کچھ نمائندے اسمبلیوں میں پہنچ سکیں۔" (روزنامہ پاکستان، لاہور ــــ ۲۱ دسمبر ۱۹۹۱ء)

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈبلیو۔ ہربرٹ

"کوئی کہتا ہے کہ موجودہ طریقہ کار اپنے ووٹ اپنی جماعت کو دینا [درست ہے] کوئی کہتا ہے، نہیں ہمیں ڈبل ووٹنگ کا حق ہونا چاہیے۔ جس میں ہم اپنے مسلم بھائیوں کو ووٹ دے کر پاکستان کی

بڑی بہتی ہوئی دھارا کے بہاؤ میں اپنے مسلم بھائیوں کے ساتھ پیش قدمی کریں۔ ہر ایک کو اپنی رائے دینے کا حق ہے۔ درحقیقت اسی کو جمہوریت کہتے ہیں، لیکن رائے جذباتی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہونی چاہیے اور یہ رائے وقت کے ساتھ ساتھ تیزی سے بدلتی ہوئی انسانی فطرت اور معاشرے کے مطابق ہونی چاہیے۔ ڈبل ووٹنگ سسٹم منطقی طور پر تو ایک قومی نظریہ کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ قابلِ عمل نہیں کیوں کہ ڈبل ووٹنگ سسٹم سے مسیحیوں کو آزادی سے اپنے ووٹ اپنوں کو کیا غیر مسیحیوں کو دینے کا حق بھی ختم ہو جائے گا۔ میری اِس رائے کا خلاصہ یوں ہے۔

۱۔ نوّے فیصد ہمارے مسیحی بھائی گاؤں یا شہروں میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاں یا تو مزارع ہیں یا ملازم ہیں۔ خاص طور پر دیہاتوں میں تو یہ لوگ پاکستان کے وجود میں آنے سے آج تک ان ہی کی زمینوں پر بیٹھے اور بستے ہیں۔ لہٰذا آزادی یا جمہوریت کی بات اپنی جگہ لیکن انہیں ووٹ اپنے ہی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو دینے ہوں گے۔ اگر کسی نے کوئی اور روّیہ اختیار کرنے کی کوشش کی تو ان کے گھروں کو بل ڈوز کر دیا جائے گا یا ان کی ملازمت ختم ہو جائے گی۔ یہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ روّیہ کسی مذہبی تعصّب یا برادری کے نظریے کی وجہ سے نہیں بلکہ فقط اور فقط اس لیے ہے کہ وقت کے ساتھ تیزی سے بدلتے ہوئے معاشرے میں محض دولت اور مادیت عروج پر ہے اور یہ روّیہ اب انسانی فطرت میں سما گیا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہر مذہب اور عقیدے کے لوگوں پر یکساں اثر انداز ہوتی ہے۔

۲۔اس طرح زیادہ خطرناک صورت یہ ہو جائے گی کہ جب ہمارے نمائندوں کو اپنی برادری کے لوگوں کے ووٹوں کی ضرورت ہو گی تو پھر ہمیں ووٹ لینے کے لیے مسیحی بھائیوں کے پاس نہیں بلکہ ان ہی جاگیرداروں یا سرمایہ داروں کے پاس جانا ہوگا اور اس کا فیصلہ وہ یوں کریں گے کہ ووٹ اُس مسیحی نمائندے کو دیے جائیں جو انہیں ڈسٹرکٹ کونسل چیئرمین شپ یا ان کی پارٹی کے نمائندوں کو اسی طرح دوسرے اداروں کے لیے اپنے ووٹ دینے کا عہد کریں۔ یہ میری محض منطقی سوچ نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس طرح مسیحیوں کے ووٹ کی آزادی کا گلا گھونٹنے کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے۔ جب کہ ہم کو یہ حق، جہاں تک تاریخ دیکھی جا سکتی ہے، پہلی بار اسلامک ری پبلک آف پاکستان نے ہی دیا ہے۔

ہاں ہمیں قومیت کی بہتی ہوئی بڑی دھارا سے جا ملنے کا بڑا شوق تو ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ اس کوشش میں ہماری جماعت کے چھوٹے چشمے کی دھارا سکڑ کر سوکھ جاتی ہے اور یوں ہمارا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے تو پھر کیسے کسی بڑی دھارا سے ملنے کا سوال پیدا ہوتا ہے؟ یہ میری اپنی سوچ نہیں ہے۔ کیا یہ قدرت کا بنیادی اصول نہیں ہے؟ میری اپنی سوچ یہ ہے کہ ہم جس طرح اپنی چھوٹی سی صاف ستھری بہتی ہوئی دھارا سے پاکستان کی سرزمین کو تاریخی طور پر سیراب کر رہے ہیں۔ اس کی مثال شاید دنیا میں کم ملے۔ ہمیں اپنی غربت کے باوجود فخر ہے کہ ہماری قومی خدمت پاکستان کی ہر دیگر جماعت سے بلکہ درحقیقت نسبتاً اکثریت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جو عوام اور خدا دونوں کی نظر میں مقبول ہے۔

اس چھوٹی سی دھارا کے کنارے لگائے ہوئے درخت ایسے ہیں جن کے پتے مُرجھاتے نہیں، جو بارہ مہینوں میں بارہ قسم کا پھل دیتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ غریب جماعت کو زندہ رکھنے کے لیے موجودہ طریقہ کار درست ہے، یہ میرا کوئی سیاسی بیان نہیں ہے بلکہ ایک کُھلی ہوئی حقیقت ہے۔ (پندرہ روزہ شاداب، لاہور۔ ۱۶ تا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء، ص ۱۹)

مسیحی تشخص کا فروغ — تجاویز

[فادر جوزف ارشد کا مقالہ "پاکستان میں مسیحی تشخص کی جدوجہد" گذشتہ چند ماہ سے پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" (لاہور) میں شائع ہورہا تھا۔ اس کی آخری قسط میں فاضل مقالہ نگار نے مسیحی تشخص کے فروغ کے لیے حسبِ ذیل تجاویز پیش کی ہیں۔]

۱۔ میڈیا کا استعمال بہت مؤثر ثابت ہوسکتا ہے۔ اسی طرح غیر نصابی تعلیم، کیسٹس، میلے، رسائل اور اخبارات بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ زیادہ سے زیادہ ایسی تنظیموں کو وجود میں لانا جہاں مسلم اور مسیحی باہم مل کر انسانیت کی ترقی کے لیے کام کریں۔

۳۔ مختلف مسیحی تنظیموں اور مزدور یونینوں کا آپس میں متحد ہونا ضروری ہے۔

۴۔ چوں کہ بہت سے تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لے لیے گئے ہیں۔ اس لیے نئے اسکول کھولنے کی ضرورت ہے اور مسیحی تعلیم پر زور دینے کی اشد ضرورت ہے۔" (پندرہ روزہ کاتھولک نقیب، لاہور۔ ۱۶ تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء)

غیر ملکی مشنریوں نے لاہور میں کروڑوں کی مسیحی املاک فروخت کردیں

پاکستان نیشنل کرسچن لیگ کے صدر جیمز صوبے خان نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کی جس میں "انھوں نے کہا کہ ۱۰ فروری ۱۹۹۲ء کو مسیحی تنظیم کے سربراہ کی حیثیت سے [انھوں نے] ڈپٹی کمشنر لاہور کو ایک درخواست میں نشان دہی کی تھی کہ حکومتِ پنجاب کی پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر ملکی مسیحی مشنریوں نے لاہور میں مختلف مقامات پر واقع کروڑوں روپے کی مسیحی جائداد اور املاک فروخت کردی ہیں، ایسا کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے اور ان افراد سے یہ املاک یا ان کی قیمت وصول کی جائے، مگر ڈپٹی کمشنر نے مؤثر کارروائی کرنے کی بجائے درخواست پر لکھ دیا کہ درخواست دہندہ کسی سول عدالت سے رجوع کرے۔"

جیمز صوبے خان نے اپنی رِٹ میں لاہور ہائی کورٹ سے درخواست کی ہے کہ "ڈپٹی کمشنر اپنے منصب کے اعتبار سے درخواست دہندہ کی درخواست کا نوٹس لینے اور اس پر کارروائی کرنے کا پابند ہے، اسے اپنا قانونی فرض ادا کرنے کا حکم دیا جائے۔"